OPEN ACCESS
Al-Duhaa
﴾Journal of Islamic Studies﴿
ISSN (print): 2710-0812
ISSN (online): 2710-3617
www.alduhaa.com

Al-duhaa, Vol.:3, Issue: 2, Jul -Dec 2022
DOI:10.51665/al-duhaa.003.02.0212, PP: 01-16

سزاؤں میں تشدد کا تصور: عالمی منشور برائے انسانی حقوق 1948ء کا اسلامی سزاؤں پر اعتراضات کا علمی جائزہ

Violence in Punishments: A Scholarly review of Objections to Islamic System of punishments in the Universal Declaration of Human Rights 1948

Published: 31-12-2022
Accepted: 01-12-2022
Received: 25-08-2022

Dr. Burhan Ud Din
Assistant Professor, Department of Islamic studies, Government Postgraduate Jahanzeb College Swat
Email: burhanuddinjcs@gmail.com

Kalsoom
BS Research Scholar, Department of Islamic studies, Government Postgraduate Jahanzeb College Swat
Email: text2asadullah@gmail.com

Ibrahim Khan
BS Research Scholar, Department of Islamic studies, Government Postgraduate Jahanzeb College Swat
Email: Ik5632203@gmail.com

Abstract

There is a conflict between the Islamic concept of punishment and the provisions of the Universal Declaration of Human Rights. The declaration talks about the respect and reverence of the human soul, while the standard of respect and reverence in Islam is "Taqwa". Islam teaches the principle that one who leads the society to destruction is not as worthy of respect as a useful citizen is worthy of praise. Whether the crime is small or large, individual or collective, murder or the perpetrators of other social crimes do not deserve respect like those people. While under this article it is said that the criminal, no matter how impeachable a crime he has committed, should not be punished in a way that humiliates him. It is not so, because if criminals and non-criminals are considered worthy of the same respect and respect, then how will crimes be prevented in the world? In this, Islam is not convinced of equal respect for the guilty and the innocent.

Keywords: *Violence, Punishments, Objections, Islamic System of punishments, Universal Declaration of Human Rights 1948.*

CC BY

عالمی منشور برائے انسانی حقوق 1948ء کے دفعہ نمبر 1 کے مطابق:

"تمام انسان آزاد پیدا کئے گئے ہیں۔ عزت، آبرو اور حقوق کے حوالے سے تمام انسان برابر ہے، انسان کو چونکہ عقل اور ضمیر (کی نعمت) دی گئی ہے اس وجہ سے اُس پر لازم ہے کہ وہ دوسرے انسان کے ساتھ برادرانہ سلوک رکھیں"۔

اور دفعہ نمبر ۵ کے مطابق:

کسی شخص کو جسمانی اذیت یا ظالمانہ، انسانیت سوز یا ذلیل سلوک یا سزا نہیں دی جائے گی۔

سیرت طیبہ کی روشنی میں درجہ بالا دفعات کا تقابلی جائزہ:

عالمی منشور برائے انسانی حقوق کے دفعات (1تا10) میں فرد کی عزت، آزادی، بلا تفریقِ (جنس، رنگ، نسل اور مذہب کے) برابری، جان اور مال کا تحفظ، جسمانی سزا، غلامی کی نفی اور حقوق نہ ملنے یا غصب ہونے کی صورت میں عدالت سے رجوع کا تذکرہ ہے۔ یہاں ہم پہلے دفعہ نمبر 1 اور پھر دفعہ 5 پر بات کریں گے۔

حقوق کے حوالے سے ایک بات ذہن میں رہے کہ اقوامِ متحدہ نے مغربی فلسفے کی روشنی میں حقوق کا جو ذکر کیا ہے وہ مانگنے کا طریقہ ہے کیونکہ اس میں فرد کو یہ سبق دیا جاتا ہے کہ تمہارا یہ حق ہے جب کہ اسلام حقوق دینے کا درس دیتا ہے۔ یہی سے یہ فرق واضح طور پر نظر آتا ہے کہ مغرب حقوق لینے کی بات کرتا ہے جب کہ اسلام حقوق دینے کا درس دیتا ہے کہ تمہارے ذمے فلاں کا یہ حق ہے اسے ادا کرو۔ اب اگر اس فرق کے نتیجے پر غور کیا جائے تو دونوں میں زمین و آسماں کا فرق نکل آئے گا کہ جب معاشرے کے تمام افراد مانگنے پہ آجائیں گے تو اُس معاشرے کی حالت کیسے دگرگوں ہوگی۔ اور اسلامی تعلیمات کی روشنی میں جب معاشرے کے تمام افراد حقوق ادا کرنے پہ آجائیں تو کیسا فلاحی اور کامیاب معاشرہ وجود میں آجائے گا۔ انسانی جان، عزت اور قانونی حیثیت کے حوالے سے اسلامی تعلیمات بالکل واضح اور انصاف کے حامل ہیں۔ اس میں کسی قسم کی تفریق روا نہیں رکھی گئی۔

انسان کی عزت اور اس کی توقیر:

دفعہ نمبر 1 میں انسان کی عزت و تکریم کے بارے میں کہا گیا ہے۔ سو اس حوالے سے اسلام نے ایک جامع قانون دیا ہے جیسا کہ قُرآن فرماتا ہے:

"وَلَقَدْ كَرَّمْنَا بَنِيٓ اٰدَمَ وَحَمَلْنٰهُمْ فِي الْبَرِّ وَالْبَحْرِ وَرَزَقْنٰهُمْ مِّنَ الطَّيِّبٰتِ وَفَضَّلْنٰهُمْ عَلٰى كَثِيْرٍ مِّمَّنْ خَلَقْنَا تَفْضِيْلًا[1]"

"اور ہم نے بنی آدم کو عزت بخشی اور ان کو جنگل اور دریا میں سواری دی اور پاکیزہ روزی عطا کی اور اپنی بہت سی مخلوقات پر فضیلت دی"

یہاں بحیثیت انسان کوئی فرق نہیں ہے کہ صرف مسلمانوں کو یہ سہولیات میسر ہوں بلکہ حکم عام ہے مسلمان اور کافر سب کو شامل ہے کہ ہر کسی کو اللہ تعالی نے معزز و مکرم پیدا فرمایا ہے۔

اسلام میں انسانی مساوات کے بارے میں بار بار ہدایات دی گئی ہیں جن پر عمل پیرا ہونا ہر مسلمان کے لیے ضروری ہے۔ سیدنا عمر رضی اللہ عنہ مسلمانوں کے دوسرے خلیفہ تھے۔ ایک اُن کے کسی گورنر نے ایک شخص کو بلاوجہ مارا۔ عمر رضی اللہ نے اُسے طلب کرکے باقاعدہ پوچھ گچھ کی اور پھر اُس کی سرزنش بھی کی جیسا کہ منقول ہے:

" أتى رجل من أهل مصر إلى عمر بن الخطاب فقال يا أمير المؤمنين عائذ بك من الظلم قال عذت معاذا قال سابقت ابن عمرو بن العاص فسبقته فجعل يضربني بالسوط ويقول أنا ابن الأكرمين فكتب عمر إلى عمرو يأمره بالقدوم عليه ويقدم بابنه معه فقدم فقال عمر أين المصري خذ السوط فاضرب فجعل يضربه بالسوط ويقول عمر اضرب ابن الأليمين قال أنس فضرب فوالله لقد ضربه ونحن نحب ضربه فما أقلع عنه حتى تمنينا أنه يرفع عنه ثم قال عمر للمصري ضع على صلعة عمرو فقال يا أمير المؤمنين إنما ابنه الذي ضربني وقد اشتفيت منه فقال عمر لعمرو مذكم تعبدتم الناس وقد ولدتهم أمهاتهم أحرارا قال يا أمير المؤمنين لم أعلم ولم يأتني [2] "

مصر کا ایک شخص سیدنا عمر فاروق رضی اللہ عنہ کے پاس گورنر کے بیٹے کے شکایت لے کر آئے۔ کہ ہم ایک مقابلے میں شریک تھے جس میں گورنر کا بیٹا بھی شریک تھا۔ میں مقابلہ جیتا تو وہ مجھے کوڑے سے مارنے لگا اور کہتا رہا کہ میں عزت مند خاندان سے ہوں۔ سیدنا عمر رضی اللہ عنہ نے گورنر کو بیٹے سمیت طلب کیا۔ بھرے دربار میں مصری کو کہا گیا کہ یہ کوڑا لو اور اسے مارو۔ اور کہتے رہے کہ "ابن الالیمین" کو مارتے رہو۔ انس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ ہم اُسے مارتے مارتے دیکھتے رہے۔ یہاں تک کہ ہم یہ تمنا کرتے رہے کہ اب بس ہونا چاہیئے۔ پھر عمر رضی اللہ عنہ نے اُس مصری کو کہا کہ اب عمرو (رضی اللہ عنہ) کی بھی خبر لو۔ مصری نے کہا: امیر المؤمنین اس کے بیٹے نے مجھے مارا تھا۔ میں نے اس سے بدلہ لیا (اُس کے والد سے میرا کیا لینا دینا ہے؟)۔ پھر عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے سیدنا عمرو رضی اللہ کو مخاطب کرکے فرمایا: تم لوگوں نے کب سے دوسرے لوگوں کو غلام بنانا شروع کیا ہے حالانکہ اُن کے ماؤں نے اُنہیں آزاد جنے ہیں۔ عمرو رضی اللہ کہنے لگے: امیر المؤمنین نہ مجھے اس مصری پر ظلم ہونے کے بارے میں کچھ علم تھا اور نہ ہی یہ شخص میرے پاس آیا تھا"۔ دیکھیے یہاں گورنر کے بیٹے کو سزا بھی دی اور فرمایا:

" مذكم تعبدتم الناس وقد ولدتهم أمهاتهم أحرارا "

آپ لوگوں نے کب سے آزاد لوگوں کو غلام بنانا شروع کیا ہے؟۔

اب ہم عالمی منشور کے دفعہ نمبر 1 کا سیرتِ طیبہ کی روشنی میں جائزہ لیتے ہیں۔ اس سلسلے میں دو رائے نہیں کہ انسانوں میں مساوات ہو۔ بلکہ دنیا کے کسی بھی مذہب اور قانون سے بڑھ کر اسلام "مساوات" کا درس دیتا ہے۔ تو اس دفعے اور اسلام میں کوئی تضاد نہیں ہے لیکن منشور کی روشنی میں دونوں میں تطبیق دیتے ہوئے اسلام میں ایک تحفظ ضرور ہے کیونکہ منشور کے اس دفعے میں تمام انسان عزت نفس کے اعتبار سے برابر ہیں۔ اور وہ تحفظ یہ ہے کہ انسان کی دو حالتیں ہیں ایک حالت میں وہ تکریم کے لائق ہے چاہے کسی بھی مذہب، ملک، قوم یا نسل سے تعلق رکھتا ہو۔ اور دوسری حالت میں وہ اس تکریم کے قابل نہیں رہتا بلکہ وہ قابل مواخذہ ہو جاتا ہے۔ دونوں حالتوں کا تذکرہ اسلامی تعلیمات میں موجود ہیں۔ بطور تمہید اس حوالے سے کچھ اسلامی تعلیمات ذکر کرتے ہیں اس کے بعد اس دفعے کی طرف آتے ہیں۔ قُرآن کریم میں اللہ جل شانہ کا ارشاد ہے:

"لَقَدْ خَلَقْنَا الْاِنْسَانَ فِيْٓ اَحْسَنِ تَقْوِيْمٍ ثُمَّ رَدَدْنٰهُ اَسْفَلَ سٰفِلِيْنَ [3]"

"بے شک ہم نے انسان کو بہترین سانچے میں ڈھال کر پیدا کیا ہے۔ پھر ہم نے اس کی حالت کو بدل کر پست سے پست کر دیا۔"

اس آیت کی تفسیر میں ہے کہ:

" هذا هو المقسم عليه، وهو أنه تعالى خلق الإنسان في أحسن صورة، وشكل منتصب القامة، سَويّ الأعضاء حسنها.{ ثُمَّ رَدَدْنَاهُ أَسْفَلَ سَافِلِينَ } أي: إلى النار. قاله مجاهد، وأبو العالية، والحسن، وابن زيد، وغيرهم. ثم بعد هذا الحسن والنضارة مصيره إلى النار إن لم يطع الله ويتبع الرسل[4]"

یہی چیز ہے جس پر قسم کھایا گیا ہے کہ: اللہ تعالی نے انسان کو اچھی شکل و صورت میں درست قد و قامت والا، صحیح اور متناسب اعضاء والا خوبصورت اور پیارے چہرے والا پیدا کیا پھر انسان کو اپنے اعمال کے نتیجے میں نیچوں کا نیچ کر دیا یعنی دوزخی ہو گیا، اگر اللہ تعالی کی اطاعت اور نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم کی تابعداری نہ کی تو اسی لیے مسلمانوں کو اس سے جدا کر لیا "۔

" وقال بعضهم: { ثُمَّ رَدَدْنَاهُ أَسْفَلَ سَافِلِينَ } أي: إلى أرذل العمر "

بعض علماء کا قول ہے: اس کا مطلب انتہائی بڑھاپے کی طرف لوٹا دینا ہے[5]۔

"قال عكرمة: من جمع القرآن لم يُرَدّ إلى أرذل العمر. واختار ذلك ابن جرير. ولو كان هذا هو المراد لما حَسُن استثناء المؤمنين من ذلك؛ لأن الهَرَم قد يصيبُ بعضهم، وإنما المراد ما ذكرناه"[6]

سیدنا عکرمہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں "قرآن جمع کرنے والا اس انتہائی رذیل عمر کو نہ پہنچے گا"۔

ابن جریر رحمہ اللہ نے اس قول کو ترجیح دی ہے۔ اگر ہم اس قول کو لیتے ہیں کہ اس سے یہی بڑھاپا مراد ہے تو اس کے بعد والی آیت میں مومنوں کا استثناء کیوں کیا جاتا ہے؟ کیونکہ بڑھاپا تو (کفار کے علاوہ) مومنوں پر بھی آتا ہے اس وجہ سے درست بات وہی ہے جو اوپر ہم نے ذکر کی ہے۔ دوسری جگہ ارشاد ہے جو کہ اوپر بیان ہوا ہے کہ:

"وَلَقَدْ كَرَّمْنَا بَنِيْٓ اٰدَمَ وَحَمَلْنٰھُمْ فِي الْبَرِّ وَالْبَحْرِ وَرَزَقْنٰھُمْ مِّنَ الطَّيِّبٰتِ وَفَضَّلْنٰھُمْ عَلٰي كَثِيْرٍ مِّمَّنْ خَلَقْنَا تَفْضِيْلًا[7]"

"اور ہم نے بنی آدم کو عزت بخشی اور ان کو جنگل اور دریا میں سواری دی اور پاکیزہ روزی عطا کی اور اپنی بہت سی مخلوقات پر فضیلت دی"

اس کے وضاحت کرتے ہوئے علماء کہتے ہیں کہ:

"يخبر تعالى عن تشريفه لبني آدم، وتكريمه إياهم، في خلقه لهم على أحسن الهيئات وأكملها كما قال: { لَقَدْ خَلَقْنَا الإنْسَانَ فِي أَحْسَنِ تَقْوِيمٍ } أي: يمشي قائمًا منتصبًا على رجليه، ويأكل بيديه -وغيره من الحيوانات يمشي على أربع ويأكل بفمه -وجعل له سمعًا وبصرًا وفؤادًا، يفقه بذلك كله وينتفع به، ويفرق بين الأشياء، ويعرف منافعها وخواصها ومضارها في الأمور الدنيوية والدينية.{ وَحَمَلْنَاهُمْ فِي الْبَرِّ } أي: على الدواب من الأنعام والخيل والبغال، وفي "البحر" أيضًا على السفن الكبار والصغار.{ وَرَزَقْنَاهُمْ مِنَ الطَّيِّبَاتِ } أي: من زروع وثمار، ولحوم وألبان، من سائر أنواع الطعوم والألوان، المشتهاة اللذيذة، والمناظر الحسنة، والملابس الرفيعة من سائر الأنواع، على اختلاف أصنافها وألوانها وأشكالها، مما يصنعونه لأنفسهم، ويجلبه إليهم غيرهم من أقطار الأقاليم والنواحي.{ وَفَضَّلْنَاهُمْ عَلَى كَثِيرٍ مِمَّنْ خَلَقْنَا تَفْضِيلا } أي: من سائر الحيوانات وأصناف المخلوقات[8]."

" (تمام مخلوقات میں) سب سے بہترین پیدائش انسان کی ہے جیسا کہ اللہ تعالی فرماتے ہیں "ہم نے انسان کو بہترین صفت پر پیدا کیا ہے۔" کیونکہ یہ انسان جو صحیح چال چلتا ہے یہ اپنے پیروں پر سیدھا کھڑا ہونے کی وجہ سے ہے، اپنے ہاتھوں سے

آداب کے ساتھ اپنا خوراک کھاتا ہے اور (اس کے برعکس) حیوانات ہاتھ پاؤں سے چلتے ہیں منہ سے خوراک (چارا وغیرہ) کھاتے ہیں۔۔ پھر (دوسرے مخلوق کے برعکس) انسان کو سمجھ بوجھ کی نعمت دی ہے جس کے ذریعے سے انسان اپنے نفع نقصان اور اچھائی برائی سوچ کر کام کرتا ہے، اسی طرح وہ اپنی دینی اور دنیاوی فائدہ معلوم کرلیتا ہے۔انسان کی (سہولت کے خاطر سفر میں آسانی کے لیے) بحر وبر میں سواری کا انتظام فرمادیا جو کہ خشکی میں گھوڑے، چوپائے، خچر اونٹ اور دوسرے جانور وغیرہ اور پانی میں سفر کے لیے کشتیاں وغیرہ انسان کو بنانی سکھادیں۔ انسان کو بہترین، خوش ذائقہ اور خوشگوار خوراکی اشیاء دیں۔یہ کھیت ہے، وہ پھل ہیں،، دودھ ہے، گوشت ہے اور بہت سے دیگر بہترین، لذیذ، مزیدار اور ذائقے دار اشیاء ہیں۔ (اس کے علاوہ سکونت اختیار کرنے کے لیے) اچھے اچھے مکانات، (زیب تن کے لیے) اچھے خوشنما لباس، ہر طرح کے، یہاں وہاں کی اشیاء یہاں سے وہاں لے جانے اور لے آنے کے اسباب اس کے لیے مہیا کردیئے اور تمام مخلوق میں سے عموماً ہر کسی پر اسے فضیلت بخشی"۔

اس کے بعد فرماتے ہیں:

" وقد استُدل بهذه الآية على أفضلية جنس البشر على جنس الملائكة" عن النبي صلى الله عليه وسلم قال: "إن الملائكة قالت: يا ربنا، أعطيت بني آدم الدنيا، يأكلون فيها ويشربون ويلبسون، ونحن نسبح بحمدك ولا نأكل ولا نشرب ولا نلهو، فكما جعلت لهم الدنيا فاجعل لنا الآخرة. قال: لا أجعل صالح ذرية من خلقت بيدي، كمن قلت له: كن، فكان"[9]"[10]

علماء اس آیت سے استدلال کرتے ہوئے کہتے ہیں کہ انسان ملائکہ سے برتر ہے۔ زید بن اسلم رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ ملائکہ نے اللہ تعالی سے کہا کہ تو نے بنی آدم کو دنیا(نعمتیں) دے رکھی ہے اور وہ اس طرح کہ انسان کھاتے پیتے ہیں اور (کپڑے) پہنتے ہیں۔ اس کے بدل میں ہمارے لیے آخرت میں ہی عطا فرما کیونکہ دنیا میں تو ہم ان نعمتوں سے محروم رہے ہیں۔ اللہ تعالی نے جواباً ارشاد فرمایا: مجھے اپنی عزت اور جلال کی قسم اس (آدم) کی نیک اولاد کو جسے میں نے اپنے (قدرت کے) ہاتھ سے پیدا کیا، ہرگز اُس مخلوق کے برابر نہیں کروں گا جس (مخلوق کو) میں نے "کن" کے کلمہ سے پیدا کیا ہے۔

ایک دوسری روایت میں ہے:

" عن أنس بن مالك، عن رسول الله صلى الله عليه وسلم قال: "إن الملائكة قالوا: ربنا، خلقتنا وخلقت بني آدم، فجعلتهم يأكلون الطعام، ويشربون الشراب، ويلبسون الثياب، ويتزوجون النساء، ويركبون الدواب، ينامون ويستريحون، ولم تجعل لنا من ذلك شيئًا، فاجعل لهم الدنيا ولنا الآخرة.

فقال الله عز وجل: لا أجعل من خلقته بيدي، ونفخت فيه من روحي، كمن قلت له: كن، فكان [11]"

سیدنا انس بن مالک رضی اللہ عنہ رسول اللہ ﷺ سے روایت کرتے ہیں: فرشتوں نے اللہ تعالی سے عرض کیا: یا اللہ: تو نے ہمیں بھی اور آدم اور اُس کے اولاد کو بھی پیدا فرمایا، بنی آدم کو تو کھانا دیتا ہے پینا دیتا ہے، پہننے کے لیے کپڑے وہ پہنتے ہیں، (خوشیاں وہ مناتے ہیں جیسا کہ) نکاح شادیاں وہ کرتے ہیں، (سفر میں آسانی کی خاطر) سواریاں ان کے لیے ہیں، آرام وراحت ان کو حاصل ہے، ان (مذکورہ نعمتوں میں) ہم کسی بھی چیز میں حصے دار نہیں۔ اگر دنیا میں (یہ تمام نعمتیں) ان کے لیے ہیں تو یہ اشیاء آخرت میں تو ہمیں مرحمت فرمادیں۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا جس (مخلوق کو) میں نے اپنے دستِ قدرت سے پیدا کیا ہے اور جس میں اپنی روح پھونکی ہے اس مخلوق کو میں اس (مخلوق) جیسا نہیں کروں گا جسے میں نے حکم دیا کہ "ہو جاؤ" اور وہ ہو

گیا۔

اور ابن کثیر رحمہ اللہ نے ایک روایت نقل کی ہے:

" قال رسول الله صلى الله عليه وسلم: "ما شيء أكرم على الله يوم القيامة من ابن آدم". قيل: يا رسول الله ولا الملائكة؟ قال: "ولا الملائكة، الملائكة مجبورون بمنزلة الشمس والقمر[12] "

رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: اللہ جل شانہ کے دربار میں قیامت کے دن انسان سے زیادہ فضیلت والا کوئی نہ ہوگا۔ جب پوچھا گیا کہ فرشتے بھی نہیں؟ جواب ملا کہ (ہاں فرشتے بھی نہیں کیونکہ) وہ تو مجبور ہیں جیسے چاند، سورج وغیرہ"۔

اللہ تعالیٰ کا ایک اور ارشاد ہے:

" اِنَّ اَكْرَمَكُمْ عِنْدَ اللّٰهِ اَتْقٰىكُمْ ؕ اِنَّ اللّٰهَ عَلِيْمٌ خَبِيْرٌ "[13]

بے شک اللہ کے نزدیک تم میں زیادہ عزت والا وہ ہے جو زیادہ پرہیزگار ہے بے شک اللہ سب کچھ جاننے والا ہے سب سے خبردار ہے۔ اس آیت کی تفسیر میں مفسرین لکھتے ہیں:

" قال قتادة في هذه الآية: إن أكرم الكرم التقوى، وألأم اللؤم الفجور[14] .

امام قتادہ رحمہ اللہ اس آیت کے بارے میں فرماتے ہیں: سب سے بہترین عزت " تقوی ہے اور سب سے بدترین بے عزتی "گناہ" ہے۔

اور حدیث میں ہے کہ:

وجآء فى حديث: عن سمرة بن جندب قال: قال رسول الله صلى الله عليه وسلم: "الحسب المال، والكرم التقوى"[15] ، [16] "

سمرہ بن جندب رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا» :حسب «مال کو کہتے ہیں اور » کرم« سے مراد تقویٰ ہے"

وقال ابن عباس: كرم الدنيا الغنى، وكرم الآخرة التقوى[17] .

یعنی دنیا کی عزت مال داری ہے اور آخرت کی عزت تقوی ہے۔

عن ابن عمر أن النبي صلى الله عليه وسلم طاف يوم الفتح على راحلته يستلم الأركان بمحجنه، فلما خرج لم يجد مَنَاخًا، فنزل على أيدي الرجال، ثم قام فخطبهم فحمد الله وأثنى عليه، وقال: "الحمد لله الذي أذهب عنكم عبية الجاهلية وتكبرها [بآبائها] ، الناس رجلان بَرٌّ تقي كريم على الله، وفاجر شقيٌّ هين على الله"[18]

عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ فتح مکہ کے دن رسول اللہ ﷺ نے اپنی سواری پر خانہ کعبہ کا طواف فرمایا اپنے لاٹھی سے ارکانِ خانہ کے استلام فرماتے رہے پھر جب واپس ہوئے تو سواری کے ٹھہرانے کے لیے جگہ نہ پائے۔ نیچے تشریف لائے۔ پھر کھڑے ہو کر خطبہ ارشاد فرمانے لگے۔ حمد وثنا کے بعد ارشاد فرمایا" تمام تعریفیں اُس اللہ کے لئے ہیں جس نے تم لوگوں سے جاہلیت کا تکبر دور کیا۔ لوگ دو قسم پر ہیں ایک قسم وہ ہے جو نیک اور متقی ہو وہ اللہ کے نزدیک " معزز " ہے اور دوسرا قسم گناہ گار بدبخت ہے جو اللہ کے دربار میں " کچھ " بھی نہیں ہے۔

اور بخاری کی روایت ہے:

" عن أبي هريرة رضي الله عنه قال: سئل رسول الله صلى الله عليه وسلم أي الناس أكرم؟ قال: أكرمهم عند الله أتقاهم، قالوا: ليس عن هذا نسألك، قال: فأكرم الناس يوسف نبي الله ابن نبي الله ابن نبي الله ابن خليل الله. قالوا: ليس عن هذا نسألك، قال: فعن معادن العرب تسألوني؟ قالوا: نعم، قال: "فخياركم في الجاهلية خياركم في الإسلام إذا فقهوا[19] "

ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ نے بیان کیا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے کسی نے سوال کیا کہ انسانوں میں کون سب سے زیادہ شریف ہے تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ سب سے زیادہ شریف وہ ہے جو سب سے زیادہ متقی ہو۔ صحابہ نے عرض کیا کہ ہمارے سوال کا مقصد یہ نہیں۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ پھر سب سے زیادہ شریف یوسف علیہ السلام ہیں »نبي الله ابن نبي الله ابن نبي الله ابن خليل الله «۔ صحابہ نے عرض کیا کہ ہمارے سوال کا یہ بھی مقصد نہیں۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اچھا، عرب کے خاندانوں کے متعلق تم معلوم کرنا چاہتے ہو؟ صحابہ نے عرض کیا جی ہاں۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جاہلیت میں جو لوگ شریف سمجھے جاتے تھے، اسلام لانے کے بعد بھی وہ شریف ہیں، جبکہ دین کی سمجھ بھی انہیں حاصل ہو جائے۔

اور امام مسلم رحمہ اللہ نے اس حوالے سے ایک روایت نقل کی ہے:

" عن أبي هريرة قال: قال رسول الله صلى الله عليه وسلم: "إن الله لا ينظر إلى صوركم وأموالكم، ولكن ينظر إلى قلوبكم وأعمالكم"[20]

ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا" : بیشک اللہ تعالیٰ تمہاری صورتوں اور تمہارے مالوں کو نہیں دیکھتا بلکہ وہ تمہارے اعمال اور دلوں کو دیکھتا ہے۔

اسی طرح انسان کے بارے میں اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں:

"أُولَٰئِكَ كَالْأَنْعَامِ بَلْ هُمْ أَضَلُّ ۚ أُولَٰئِكَ هُمُ الْغَافِلُونَ[21]"

یہ لوگ بالکل چوپایوں کی طرح ہے بلکہ ان سے بھی زیادہ بھٹکے ہوئے ہیں۔ یہی وہ ہیں جو غفلت میں پڑے ہوئے ہیں۔ امام قرطبی رحمہ اللہ اس کے تفسیر میں لکھتے ہیں کہ:

"لأنهم لا يهتدون إلى ثواب، فهم كالأنعام، أي همتهم الأكل والشرب، وهم أضل لأن الأنعام تبصر منافعها ومضارها وتتبع مالكها، وهم بخلاف ذلك. وقال عطاء: الأنعام تعرف الله، والكافر لا يعرفه. وقيل: الأنعام مطيعة لله تعالى، والكافر غير مطيع. (أُولَئِكَ هُمُ الْغَافِلُونَ) أي تركوا التدبر وأعرضوا عن الجنة والنار[22]"

(اس مکرم و معزز انسان نے جب اپنا مقصدِ حیات پس پشت ڈالا تو اُس کی حیثیت چوپایوں کی ہو گئی) کیونکہ یہ لوگ درست سمت کی طرف نہیں جارہے۔ اس وجہ اِن کی حیثیت جانوروں جیسی ہو گئی۔ کہ اِن کا غرضِ زندگی صرف کھانا پینا رہ گیا۔ چوپائے تو کیا ایسے لوگ چوپایوں سے بھی بدتر ہیں کیونکہ چوپائے تو پھر بھی اپنے نفع، نقصان اور اپنے مالک کو جانتے

ہیں، جبکہ یہ لوگ تو یہ بھی نہیں جانتے۔امام عطاء رحمہ اللہ فرماتے ہیں: چوپائے (اپنی حیثیت کے مطابق) اللہ کی معرفت رکھتے ہیں جبکہ کافر نہیں رکھتے۔ایک قول یہ بھی ہے کہ: چوپائے اللہ تعالی کے فرمان بردار ہیں جبکہ کافر نافرمان ہیں۔(أُولَئِكَ هُمُ الْغَافِلُونَ) کا مطلب یہ ہے کہ اِن لوگوں نے تدبر اور سوچ چھوڑ دیا ہے اور جنت جانے اور جہنم سے بچنے سے اعراض کرنے والے ہیں۔

اس تمہید کے بعد منشور کے اس دفعے کی تطبیق میں "عالمی منشور برائے انسانی حقوق اور اسلام کا تصادم نظر آتا ہے۔ منشور میں نفس انسان کی تکریم وتوقیر کی بات کی گئ ہے جبکہ اسلام میں توقیر وتکریم کا معیار" تقوی" ہے۔ جرم کے مرتکب شخص اور غیر مجرم دونوں کی عزت یکساں نہیں ہے۔اسلام یہ اصول سکھاتا ہے کہ معاشرے کو تباہی کی طرف لے جانے والا اُس شخص کی طرح تکریم کے لائق نہیں ہے جس طرح ایک مفید شہری لائق تحسین ہوتا ہے۔جرم چھوٹا ہو یا بڑا، انفرادی ہو یا اجتماعی، قتل کا ہو یا کسی دوسرے معاشرتی جرم کا ارتکاب ہو اس کے مرتکب لوگ اُن لوگوں کی طرح توقیر وتکریم کے مستحق نہیں ہیں جو اِن تمام برائیوں سے دور پُرامن طریقے سے رہنے والے ہوں جبکہ اس دفعہ کے تحت پھر کہا جاتا ہے کہ مجرم خواہ کتنا ہی قابل مواخذہ جرم کر بیٹھا ہو اُسے ایسی سزا نہیں دینی چاہیئے جس سے اُس کی تذلیل ہوتی ہو۔ یہ منشور ہر حال میں انسان کی عزت وتوقیر کے قائل ہے لیکن اسلام کی نظر میں ایسا نہیں ہے کیونکہ اگر مجرم اور غیر مجرم ایک جیسی عزت وتوقیر کے لائق قرار پائیں تو پھر دنیا میں جرائم کا روک تھام کیسے ہو گا؟ کردار کی بنیاد پر اسلام افراد کے درمیان عزت وتکریم میں فرق کا قائل ہے۔ورنہ جیسے پہلے عرض کیا گیا کہ اسلام اور اس پہلے دفعہ کے درمیان کوئی تصادم نہیں ہے لیکن اس دفعے کے بنیاد پر جو تطبیقات ہوتے ہیں اس میں اسلام مجرم اور غیر مجرم کی یکساں توقیر کا قائل نہیں ہے۔

سیرت طیبہ کی روشنی میں درجہ بالا دفعے کا تقابلی جائزہ:

سیرت طیبہ سمیت تمام اسلامی تعلیمات کے واضح ہدایات ہیں کہ کسی بھی انسان کے ساتھ ایسا سلوک نہیں کیا جائے گا جس میں اُس کو بدنی اذیت ہو، یا سزا اسے اس کی تذلیل ہوتی ہو۔اسی طرح انسان کو بدنی تشدد کا نشانہ نہیں بنایا جائے گا۔

اسلام عزت نفس کا درس دیتا ہے اور جہاں انسان کی عزت نفس پر کوئی حرف آتا ہو وہاں حکمت کے ذریعے اُس کے سد باب کے لیے ہدایات دیتا ہے۔ سزا سے چونکہ انسانی تقدس متاثر ہوتا ہے اس وجہ سے اسلام میں بنفسہ سزا کوئی اچھی چیز نہیں ہے بلکہ سزا کو سدِّ ذرائع کے طور پر استعمال کیا جاتا ہے۔ پھر اسلام میں کسی قابل جرم فعل کے ارتکاب پر جو سزائیں دی جاتی ہیں اُن کو تین حصوں میں تقسیم کیا جاتا ہے۔

(الف) قصاص (ب) حدود (ج) تعزیر

قصاص کے بارے میں اللہ تعالی فرماتے ہیں:

"وَ كَتَبْنَا عَلَيْهِمْ فِيهَآ اَنَّ النَّفْسَ بِالنَّفْسِ وَ الْعَيْنَ بِالْعَيْنِ وَ الْاَنْفَ بِالْاَنْفِ وَ الْاُذُنَ بِالْاُذُنِ وَ السِّنَّ بِالسِّنِّ وَ الْجُرُوْحَ قِصَاصٌ[23]"

اور ہم نے ان لوگوں کے لیے تورات میں یہ حکم لکھ دیا تھا کہ جان کے بدلے جان اور آنکھ کے بدلے آنکھ اور ناک کے بدلے ناک اور کان کے بدلے کان اور دانت کے بدلے دانت اور سب زخموں کا اسی طرح بدلہ ہے"۔

ابن کثیر رحمہ اللہ سے منقول ہے:

"وهذا أيضًا مما وُبِّخَتْ به اليهود وقرعوا عليه، فإن عندهم في نص التوراة: أن النفس بالنفس. وهم يخالفون ذلك عمدًا وعنادًا، ويُقيدون النضري من القرظي، ولا يُقيدون القرظي من النضري، بل يعدلون إلى الدية، كما خالفوا حكم التوراة المنصوص عندهم في رجم الزاني المحصن، وعدلوا إلى ما اصطلحوا عليه من الجلد والتحميم والإشهار؛ ولهذا قال هناك: { وَمَنْ لَمْ يَحْكُمْ بِمَا أَنزلَ اللَّهُ فَأُولَئِكَ هُمُ الْكَافِرُونَ } لأنهم جحدوا حكم الله قصدًا منهم وعنادًا وعمدًا، وقال هاهنا: { فَأُولَئِكَ هُمُ الظَّالِمُونَ } لأنهم لم ينصفوا المظلوم من الظالم في الأمر الذي أمر الله بالعدل والتسوية بين الجميع فيه، فخالفوا وظلموا، وتعدى بعضهم على بعض.[24]"

یہودیوں کو اور سرزنش کی جارہی ہے کہ "ان کی کتاب میں صاف لفظوں میں جو حکم تھا یہ کھلم کھلا اس کا بھی خلاف کر رہے ہیں اور سرکشی اور بے پرواہی سے اسے بھی چھوڑ رہے ہیں" ۔ نضری یہودیوں کو تو قرظی یہودیوں کے بدلے قتل کرتے ہیں لیکن قریظہ کے یہود کو بنو نضیر کے یہود کے عوض قتل نہیں کرتے بلکہ دیت لے کر چھوڑ دیتے ہیں۔ اسی طرح انہوں نے شادی شدہ زانی کی سنگساری کے حکم کو بدل دیا ہے اور صرف کالا منہ کر کے رسوا کر کے مار پیٹ کر چھوڑ دیتے ہیں۔ اسی لیے وہاں تو انہیں اُن کے انکار کی وجہ سے کافر کہا یہاں ظالم اور مظلوم کے درمیان اُس حکم کے بارے میں جس کے بارے میں اللہ تعالی نے عدل اور برابری کا حکم فرمایا تھا اُس میں نصاف نہ کرنے کی وجہ سے انہیں ظالم کہا۔ کیونکہ انہوں نے اُس کی خلاف کی اور ایک دوسرے پر زیادتی کرتے رہے"۔

وقال الإمام أحمد: عن أنس بن مالك؛ أن رسول الله صلى الله عليه وسلم قرأها: { وَكَتَبْنَا عَلَيْهِمْ فِيهَا أَنَّ النَّفْسَ بِالنَّفْسِ وَالْعَيْنُ بِالْعَيْنِ} نصب النفس ورفع العين[25]." وقد استدل كثير ممن ذهب من الأصوليين والفقهاء إلى أن شرع من قبلنا شرع لنا، إذا حكي مقررًا ولم ينسخ، كما هو المشهور عن الجمهور، وكما حكاه الشيخ أبو إسحاق الإسفراييني عن نص الشافعي وأكثر الأصحاب بهذه الآية، حيث كان الحكم عندنا على وفقها في الجنايات عند جميع الأئمة[26]۔

ایک حدیث میں نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا "الْعَيْنُ" پڑھنا بھی مروی ہے۔ علماء کرام کا قول ہے کہ پچھلی شریعت چاہے ہمارے سامنے بطور تقرر بیان کی جائے اور منسوخ نہ ہو تو وہ ہمارے لیے بھی شریعت ہے۔ جیسے یہ احکام سب کے سب ہماری شریعت میں بھی اسی طرح ہیں۔

وقال الحسن البصري: هي عليهم وعلى الناس عامة[27].وقد حكى النووي في هذه المسألة ثلاثة أوجه ثالثها: أن شرع إبراهيم حجة دون غيره، وصحح منها عدم الحجية، ، وقد احتج الأئمة كلهم على أن الرجل يقتل بالمرأة بعموم هذه الآية الكريمة،و في الحديث: أن رسول الله صلى الله عليه وسلم كتب في كتاب: "أن الرجل يقتل بالمرأة[28]" وفي الحديث الآخر: "المسلمون تتكافأ دماؤهم[29]" وهذا قول جمهور العلماء.

حسن بصری رحمہ اللہ سے منقول ہے: یہ دیت اُن پر اور عام لوگوں پر ہے۔ امام نووی رحمہ اللہ فرماتے ہیں "اس مسئلے میں تین مسلک ہیں ایک تو وہی جو بیان ہوا، ایک اس کے بالکل برعکس ایک یہ کہ صرف ابراہیمی شریعت جاری اور باقی ہے اور

کوئی نہیں۔ اس آیت کے عموم سے یہ بھی استدلال کیا گیا ہے کہ مرد عورت کے بدلے بھی قتل کیا جائے گا کیونکہ یہاں لفظ نفس ہے جو مرد عورت دونوں کو شامل ہے"۔ چنانچہ حدیث شریف میں بھی ہے کہ مرد کو عورت کے خون کے بدلے قتل کیا جائے گا۔ اور حدیث میں ہے کہ مسلمانوں کے خون آپس میں مساوی ہیں۔

اسی طرح ایک قول یہ بھی ہے:

"أن الرجل إذا قتل المرأة لا يقتل بها، إلا أن يدفع وليها إلى أوليائه نصف الدية؛ لأن ديتها على النصف من دية الرجل، أن الرجل إذا قتل المرأة لا يقتل بها، بل تجب ديتها.وهكذا احتج أبو حنيفة، رحمه الله تعالى، بعموم هذه الآية على أنه يقتل المسلم بالكافر الذمي، وعلى قتل الحر بالعبد، وقد خالفه الجمهور فيهما[30]"

بعض بزرگوں سے مروی ہے کہ "مرد جب کسی عورت کو قتل کر دے تو اسے اس کے بدلے قتل نہ کیا جائے گا بلکہ صرف دیت لی جائے گی"۔ لیکن یہ قول جمہور کے خلاف ہے۔ امام ابو حنیفہ رحمۃ اللہ تو فرماتے ہیں کہ "ذمی کافر کے قتل کے بدلے بھی مسلمان قتل کر دیا جائے گا اور غلام کے قتل کے بدلے آزاد بھی قتل کر دیا جائے گا"۔ لیکن یہ مذہب جمہور کے خلاف ہے۔"

ففي الصحيحين عن أمير المؤمنين علي، رضي الله عنه، قال: قال رسول الله صلى الله عليه وسلم: "لا يقتل مسلم بكافر[31]" وأما العبد فعن السلف في آثارمتعددة: أنهم لم يكونوا يُقيدون العبد من الحر، ولا يقتلون حرًا بعبد، وجاء في ذلك أحاديث لا تصح، وحكى الشافعي الإجماع على خلاف قول الحنفية في ذلك، ولكن لا يلزم من ذلك بطلان قولهم إلا بدليل مخصص للآية الكريمة.[32]"

صحیح بخاری اور صحیح مسلم میں روایت ہے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں مسلمان کو کافر کے بدلے قتل نہ کیا جائے گا۔ اور اس بارے میں سلف سے بہت آثار اس بارے منقول ہیں کہ وہ "غلام "کا قصاص "آزاد" سے نہیں لیتے تھے اور آزاد غلام کے بدلے قتل نہ کیا جائے گا۔ احادیث بھی اس بارے میں مروی ہیں لیکن صحت کے درجے تک نہیں پہنچیں۔ امام شافعی رحمۃ اللہ تو فرماتے ہیں "اس مسئلہ میں امام ابو حنیفہ رحمۃ اللہ کے خلاف اجماع ہے"۔ لیکن ان باتوں سے اس قول کا بطلان لازم نہیں آتا تاوقتیکہ آیت کے عموم کو خاص کرنے والی کوئی دلیل نہ ہو۔

قصاص کے حوالے سے صحیحین کی روایت ہے:

"عن أنس بن مالك: أن الرُّبَيع عَمّة أنس كسرت ثَنِيَّة جارية، فطلبوا إلى القوم العفو، فأبوا، فأتوا رسول الله صلى الله عليه وسلم فقال: "القصاص". فقال أخوها أنس بن النضر: يا رسول الله تكسر ثنية فلانة؟! فقال رسول الله صلى الله عليه وسلم: "يا أنس، كتاب الله القصاص". قال: فقال: لا والذي بعثك بالحق، لا تكسر ثنية فلانة. قال: فرضي القوم، فعفوا وتركوا القصاص، فقال رسول الله صلى الله عليه وسلم: "إن من عباد الله من لو أقسم على الله لأبَرّه".

دوسری روایت کی الفاظ ہیں:

"عن أنس بن مالك؛ أن الرُّبَيع بنت النضر عَمّته لطمت جارية فكسرت ثنيتها فعرضوا عليهم الأرش، فأبوا فطلبوا الأرش والعفو فأبوا، فأتوا رسول الله صلى الله عليه وسلم، فأمرهم بالقصاص، فجاء أخوها أنس بن النضر فقال: يا رسول الله أتكسر ثنية الربيع؟ والذي بعثك بالحق لا تكسر ثنيتها.

فقال النبي صلى الله عليه وسلم: "يا أنس كتاب الله القصاص". فعفا القوم، فقال رسول الله صلى الله عليه وسلم: "إن من عباد الله من لو أقسم على الله لأبره"[33]

بخاری و مسلم میں ہے کہ حضرت انس رضی اللہ عنہ بن نضر کی پھوپھی ربیع نے ایک لونڈی کے دانت توڑ دیئے، اب لوگوں نے اس سے معافی چاہی لیکن وہ نہ مانی۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس معاملہ آیا۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے بدلہ لینے کا حکم دے دیا، اس پر انس بن نضر رضی اللہ عنہ نے فرمایا کیا اس عورت کے سامنے کے دانت توڑ دیئے جائیں گے؟ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ہاں اے انس! اللہ کی کتاب میں قصاص کا حکم موجود ہے۔ یہ سن کر فرمایا نہیں نہیں یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم قسم ہے اس اللہ کی جس نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو حق کے ساتھ بھیجا ہے، اس کے دانت ہرگز نہ توڑے جائیں گے، چنانچہ ہوا بھی یہی کہ لوگ راضی رضامند ہوگئے اور قصاص چھوڑ دیا بلکہ معاف کر دیا۔ اس وقت آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: بعض بندگان رب ایسے بھی ہیں کہ اگر وہ اللہ پر کوئی قسم کھالیں تو اللہ تعالیٰ اسے پوری ہی کر دے۔

اور ابوداوٗد کی روایت میں ہے:

:عن عمران بن حصين، أن غلامًا لأناس فقراء قطع أذن غلام لأناس أغنياء، فأتى أهله النبي صلى الله عليه وسلم فقالوا: يا رسول الله، إنا أناس فقراء، فلم يجعل عليه شيئًا"[34]. اللهم إلا أن يقال: إن الجاني كان قبل البلوغ، فلا قصاص عليه، ولعله تحمل أرش ما نقص من غلام الأغنياء عن الفقراء، أو استعفاهم عنه.

دوسری روایت میں ہے کہ "پہلے انہوں نے نہ تو معافی دی نہ دیت لینی منظور کی"۔ نسائی وغیرہ میں ہے، ایک غریب جماعت کے غلام نے کسی مالدار جماعت کے غلام کے کان کاٹ دیئے، ان لوگوں نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے آکر عرض کیا کہ ہم لوگ فقیر مسکین ہیں، ہمارے پاس مال نہیں تو نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ان پر کوئی جرمانہ نہ رکھا۔ (ہو سکتا ہے کہ یہ غلام بالغ نہ ہو اور ہو سکتا ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے دیت اپنے پاس سے دے دی ہو اور یہ بھی ہو سکتا ہے کہ ان سے سفارش کرکے معاف کرا لیا ہو۔

وقوله تعالى: { وَالْجُرُوحَ قِصَاصٌ } قال ابن عباس: تقتل النفس بالنفس، وتفقأ العين بالعين، ويقطع الأنف بالأنف، وتنزع السن بالسن، وتقتص الجراح بالجراح"[35]

سیدنا ابن عباس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ "جان جان کے بدلے ماری جائے گی، آنکھ پھوڑ دینے والے کی آنکھ پھوڑ دی جائے گی، ناک کاٹنے والے کا ناک کاٹ دیا جائے گا، دانت توڑنے والے کا دانت توڑ دیا جائے گا اور زخم کا بھی بدلہ لیا جائے گا"۔

فهذا يستوي فيه أحرار المسلمين [به] فيما بينهم، رجالهم ونساؤهم، إذا كان عمدًا في النفس وما دون النفس، ويستوي فيه العبيد رجالهم ونساؤهم فيما بينهم إذا كان عمدًا، في النفس وما دون النفس"[36]

اس میں آزاد مسلمان سب کے سب برابر ہیں۔ مرد عورت ایک ہی حکم میں۔ جبکہ یہ کام قصداً کئے گئے ہوں۔ اس میں غلام بھی آپس میں برابر ہیں، ان کے مرد بھی اور عورتیں بھی۔"

اس تفصیل کے بعد ہم دیکھتے ہیں کہ مذکورہ بالا حکم میں تشدد بھی ہے اور "انسانی تذلیل" بھی۔ اسی طرح حدود کی سزاؤں میں "رجم" کی جو سزا ہے وہ تو ہے ہی تشدد اور تذلیل۔ جیسا کہ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

"اَلزَّانِيَةُ وَالزَّانِي فَاجْلِدُوْا كُلَّ وَاحِدٍ مِّنْهُمَا مِائَةَ جَلْدَةٍ ۠ وَّلَا تَاْخُذْكُمْ بِهِمَا رَاْفَةٌ فِيْ دِيْنِ اللّٰهِ اِنْ كُنْتُمْ تُؤْمِنُوْنَ بِاللّٰهِ وَالْيَوْمِ الْاٰخِرِ ۚ وَلْيَشْهَدْ عَذَابَهُمَا طَآئِفَةٌ مِّنَ الْمُؤْمِنِيْنَ"[37]

بدکاری کرنے والی عورت اور بدکاری کرنے والا مرد (جب ان کی بدکاری ثابت ہو جائے تو) دونوں میں سے ہر ایک کو سو درے مارو۔ اور اگر تم خدا اور روز آخرت پر ایمان رکھتے ہو تو شرع خدا (کے حکم) میں تمہیں ان پر ہرگز ترس نہ آئے۔ اور چاہیئے کہ ان کی سزا کے وقت مسلمانوں کی ایک جماعت بھی موجود ہو۔

چوری کی سزا میں بھی تشدد ہے جیسا کہ ارشاد ہے:

"وَالسَّارِقُ وَالسَّارِقَةُ فَاقْطَعُوْٓا اَيْدِيَهُمَا جَزَآءًۢ بِمَا كَسَبَا نَكَالًا مِّنَ اللّٰهِ ۭ وَاللّٰهُ عَزِيْزٌ حَكِيْمٌ"[38]

اور جو چوری کرے مرد ہو یا عورت ان کے ہاتھ کاٹ ڈالو یہ ان کے فعلوں کی سزا اور خدا کی طرف سے عبرت ہے اور خدا زبردست (اور) صاحب حکمت ہے۔

اسی طرح تعزیر میں کوڑے لگانے کی سزا مقرر ہے، اُس میں بھی تشدد ہے۔ بدکاری کی سزا دیتے وقت میں یہ حکم بھی ہے:

"وَلْيَشْهَدْ عَذَابَهُمَا طَآئِفَةٌ مِّنَ الْمُؤْمِنِيْنَ"

جس میں خفیہ طریقے سے سزا دینے کے مقابلے میں برسرِ عام سزا دینے میں تذلیل بھی ہے۔ مختصراً یہ کہ سزاؤں کے حوالے سے اسلام میں کوئی بھی شعبہ ایسا نہیں ہے جو "عالمی منشور برائے انسانی حقوق" کے مقابل نہ ہو۔ تبھی تو دنیا ان سزاؤں کے بارے عجیب و غریب الفاظ (جیسے وحشیانہ، غیر انسانی اور ظالمانہ وغیرہ) استعمال کرتی ہے۔ اصل میں اس منشور کا یہی دفعہ ہے جس کو بنیاد بنا کر دنیا قصاص و حدود کو مختلف نفرت انگیز نام دے کر اسلام میں حدود و قصاص کے سارے نظام کو یکسر ختم کرنے کی کوشش کرتی ہے۔

جیسا کہ پہلے کہا گیا کہ اسلام اور مسلمان احکامِ الٰہیہ کے مقابلے میں نہ کسی معاہدے کے پابند ہیں اور نہ کسی دوسرے چیز کے۔ اس کے علاوہ ہر معاملے میں اسلام عرف کو بھی اور انفرادی، قومی اور بین الاقوامی معاہدات کو تسلیم کرتا ہے۔ "غلامی" کے بحث میں ذکر کیا گیا کہ تطبیق کے لحاظ سے مسلمان اس عالمی معاہدے پر عمل پیرا ہیں۔ کیونکہ وہ نص قطعی نہیں ہے جس کو مسلمان کسی بھی صورت میں چھوڑ نہیں سکتے۔ لیکن یہ مسلمات میں سے ہے کہ اسلام اور مسلمان احکامِ منصوصہ کے مقابلے میں کوئی بھی اور کسی بھی سطح کا معاہدہ، منشور یا عرف کا نہ ہی پابند ہے اور نہ ہی اُسے تسلیم کرتے ہیں۔ یہاں یہ وضاحت کرنا ضروری ہے کہ مسلمانوں نے عملاً "عالمی منشور" کے اس دفعے کو قبول تو کیا ہے لیکن اگر عقیدۃً بھی قبول کریں تو پھر مسلمانوں کو اسلام کے پورے نظامِ تعزیرات سے دست بردار ہونا پڑے گا۔

غلام بنانے کا جو تیسرا طریقہ ہے اس کو اسلام نے بطور ایک آپشن باقی رکھنے کی اجازت دی ہے۔ کہ اسلام نے کسی جنگ میں آئے ہوئے قیدی کو غلام بنانے کو ضروری قرار نہیں دیا بلکہ اس کو حالات اور افراد پر چھوڑا ہے کہ وہ: کسی جنگی قیدی کو غلام بنانا چاہتے ہو، قتل کرنا چاہتے ہو، قیدی کے تبادلے کی صورت میں دینا چاہتے ہو، فدیہ لے کر اُسے چھوڑ دینا چاہتے ہو یا بالکل مفت میں چھوڑ دینا چاہتے ہو یہ سب طریقے وقت اور حالات کو دیکھ کر اختیار کئے جا سکتے ہیں۔ اور ان طریقوں کے بارے میں اللہ جل شانہ فرماتے ہیں:

"فَاِمَّا مَنًّۢا بَعْدُ وَ اِمَّا فِدَآءً حَتّٰى تَضَعَ الْحَرْبُ اَوْزَارَهَا"[39]

پھر اس کے بعد یا تو احسان رکھ کر چھوڑ دینا چاہیئے یا کچھ مال لے کر یہاں تک کہ (فریق مقابل) لڑائی (کے) ہتھیار (ہاتھ سے) رکھ دے۔

اگر بنظر غائر دیکھا جائے تو معلوم ہوتا ہے کہ جنگی قیدیوں کو غلام بنانا زیادہ سے زیادہ "مباحات" کے دائرے میں آتا ہے۔اور مباح کے بارے میں حکم یہ ہے کہ چاہے اس پر عمل کرو، چاہے چھوڑ دو۔ لہٰذا ہم برملا کہہ سکتے ہیں کہ غلامی کے خلاف جو بین الاقوامی معاہدہ طے پا گیا ہے اسلام بھی اس کی اجازت دیتا ہے(لیکن واضح رہے کہ غلامی کے سلسلے میں اسلام کا حکم بہر حال اپنی جگہ برقرار ہے۔البتہ) عملاََ موجودہ حالات کے پیشِ نظر جنگی قیدی سے "غلام" بنانے کے آپشن سے ہم دستبردار ہو سکتے ہیں لیکن اصولی طور پر اب بھی مسلمان اپنے موقف پر قائم ہیں کیونکہ قرآن وسنت کی تعلیمات اپنی جگہ پر اب بھی قائم ہیں، ہم اسلامی احکام سے نہیں بلکہ اُس کی تطبیق سے دست بردار ہوئے ہیں۔

پس مسلمان اپنے دین پر بھی قائم ہیں اور جہاں احکامِ منصوصہ متاثر نہیں ہوتیں وہاں بین الاقوامی معاہدات کو بھی قبول کرتے ہیں۔اس کے مقابلے میں مغرب کے جیلوں میں قید لوگوں کے ساتھ جو ظالمانہ سلوک کیا جاتا ہے وہ اسلام میں قیدیوں کو دیئے گئے حقوق کا مقابلہ کس طرح کر سکتے ہیں؟ان کی جیلوں کے حالات سے پوری دنیا واقف ہے۔اسلام جنگی قیدی کو ایک آپشن کی صورت میں غلام بنانے کا قائل ضرور ہے جس کے نتیجے میں وہ کسی کے گھر میں کام کاج پر مقرر کیا جاتا ہے جو اُس کے لیے مغرب کی جیلوں سے بہر حال ہزار ہا درجہ بہتر ہے۔

نتائج البحث:

1. اس میں کوئی شک نہیں کہ عالمی منشور برائے انسانی حقوق 1948ء کو دنیا بھر میں ایک نمایاں حیثیت حاصل ہے۔
2. منشور میں فرد کی آزادی، مساوات اور انصاف پر زور دیا گیا ہے۔
3. منشور کے دفعات بظاہر انتہائی خوشنما اور مبنی بر انصاف نظر آتے ہیں۔
4. منشور میں نفس انسان کے تکریم کی بات کی گئی ہے۔
5. اس ڈیکلیریشن کے مطابق چونکہ تمام انسان آزاد پیدا کئے گئے ہیں،اس لئے عزت،آبرو اور حقوق کے حوالے سے تمام انسان برابر ہے۔
6. انسان کو عقل اور ضمیر کی نعمت کی ودیعت کی وجہ سے لازم ہے کہ وہ دوسرے انسان کے ساتھ برادرانہ سلوک رکھیں۔
7. عالمی منشور کے دفعہ نمبر نمبر5 کے مطابق کسی شخص کو جسمانی اذیت یا ظالمانہ،انسانیت سوز یا ذلیل سلوک یا سزا نہیں دی جائے گی۔
8. مسلم دنیا کو اقوام متحدہ کے ممبر ہونے کے ناطے اس منشور پر عمل پیرا ہونا پڑتا ہے۔
9. اسلامی تعلیمات میں انسان اور انسانی زندگی کے جملہ امور کے لیے ہدایات موجود ہیں۔
10. اسلامی تعلیمات میں اگر منشور پر عمل کرنا ہے تو بہت سے اسلامی احکامات سے ہاتھ دھونا پڑتا ہے۔
11. اسلام میں عقائد،عبادات اور معاملات کے ساتھ ساتھ زواجر(سزاؤں) کا ایک جامع نظام موجود ہے۔

12. اسلام میں تکریم کی بنیاد تقوی ہے۔جب کہ منشور کا اپنا الگ نظام ہے۔اور اسی اختلاف ہی کے وجہ سے اسلامی تعلیمات اور منشور کا ایک دوسرے سے بہت دوری نظر آتی ہے۔
13. منشور کھلے بندوں سزا دینے کی ممانعت کرتا ہے جب کہ بعض مواقع پر اسلام عوام کے سامنے سزا دینے کا حکم کرتا ہے۔
14. چونکہ جرم کے بعد اسلام انسانی تکریم کی وہ تکریم روا نہیں رکھتا جس کی وہ قابل ہوتا ہے،اس لیے نشان عبرت بنانے کے لیے اس کو علی الاعلان سزا دینے کا حکم فرماتا ہے۔اور بات منشور کے رو سے انتہائی ناپسندیدہ ہے۔
15. دنیا کے کسی بھی مذہب اور قانون سے بڑھ کر اسلام "مساوات" کا درس دیتا ہے۔

This work is licensed under a Creative Commons Attribution 4.0 International License.

حواشی وحوالہ جات

1الاسراء70

Al Isrā,, Al Āyah: 70

2عبدالرحمان بن عبداللہ،ابن عبدالحکم،فتوح مصر واخبارھا،ج1،ص183،دارالفکر،بیروت،1416ھ

'Abd al Raḥmān bin 'Abdullāh, Futūḥ Miṣr wa Akhbāruhā, (Nāshir: Dār al Fikr, Bayrūt), Vol: 1, P:183

3التین:4،5

Al Tīn, Al Āyah: 4, 5

4اسماعیل بن کثیر،ابن کثیر، تفسیر القرآن العظیم،ج4،ص435،دارالطیبۃ للنشر والتوزیع،1420ھ

Ismā'īl bin Kathīr, Tafsīr al Qurān al 'Aẓīm, (Nāshir: Dār al Ṭayyibah, lil Nashr wal Tawzī',), Vol:4, P:435

5 یہ سیدنا عبداللہ بن عباس اور عکرمہ رضی اللہ عنہما کا قول ہے۔نفس مصدر

Ibid

6 تفسیر ابن کثیر،ج4،ص435

Tafsīr Ibn Kathīr, Vol:4, P:435

7الاسراء70

Al Isrā,, Al Āyah: 70

8ابن کثیر،ج5،ص97

Ibn Kathīr, Vol:5, P:97

9 سلیمان بن احمد،المعجم الکبیر،ج20،ص116،داراحیاء التراث العربی،بیروت،داراحیاء التراث العربی،بیروت،1404ھ

Sulaymān bin Aḥmad, Al Mu,jam al Kabīr, (Nāshir: Dār Iḥyā' al Turāth al 'Arabī, Bayrūt), Vol:20, P:116

10 یہ روایت مرسل ہے لیکن دوسرے سند سے متصل بھی مروی ہے۔

محمد بن جریر، الطبری، جامع البیان فی تاویل القرآن، ج15، ص126، رقم:9876، مؤسسۃ الرسالۃ، 1420ھ

Al Ṭibarī, Muḥmmad bin Jarīr, Jāmi' al Bayān Fī Ta,wīl al Qurān, (Nāshir: Mu'assasah al Risālah), Vol:15, P:126

11 احمد بن حسین، البیہقی، شعب الایمان، الایمان بالملائکۃ، فصل فی معرفۃ الملائکہ، رقم:147، مکتبۃ الرشد للنشر، الریاض، 1423ھ

12 ابن کثیر، ج5 ص98

Ibn Kathīr, Vol:5, P:98

13 الحجرات 13

Al Ḥujurāt, Al Āyah: 13

14 الحسین بن مسعود، البغوی، معالم التنزیل، ج13، ص348، دار طیبۃ للنشر والتوزیع، 1417ھ

Al Ḥussayn bin Mas'ūd, Ma'ālim al Tanzīl, (Nāshir: Dār Ṭayyibah lil Nashr wal Tawzīe), Vol:13, P:348

15 سنن ترمذی، تفسیر القرآن، سورۃ الحجرات، رقم:3271

Sunan Timidhī, Tafsīr al Qurān, Sūrah al Ḥujurāt, Ḥadīth No: 3271

16 قال الالبانی صحیح۔ صحیح وضعیف سنن ترمذی، ج7، ص271

Sunan Timighī, Vol: 7. P:271

17 الحسین بن مسعود، البغوی، شرح السنۃ، ج13، ص123، المکتب الاسلامی- دمشق_ بیروت الطبعۃ: الثانیۃ، 1403ھ-- 1983م

Al Ḥussayn bin Mas'ūd, Sharḥ al Sunnah, (Nāshir: Al Maktab al Islāmī, Dimashq, Bayrūt), Vol:13, P:123

18 نفس مصدر

Ibid

19 صحیح بخاری، کتاب التفسیر، باب لقد کان فی یوسف واخوتہ آیات للسائلین، رقم:4689

Ṣaḥīḥ Bukhārī, Kitāb al Tafsīr, Ḥadīth No: 4689

20 صحیح مسلم، کتاب البر والصلۃ والادب، باب تحریم ظلم المسلم وخذلہ واحتقارہ ودمہ وعرضہ ومالہ، رقم:6708

Ṣaḥīḥ Muslim, Ḥadīth No: 67087

21 الاعراف 179

Al A'rāf, Al Āyah: 179

22 تفسیر قرطبیّ، ج7، ص324،325

Tafsīr Qurṭabī, Vol:7 , PP:324,325

23 المائدہ 45

Al Mā,idah, Al Āyah: 45

24 ابن کثیر۔ ج10، ص120،121

Ibn Kathīr, Vol:10, PP:120, 121

25 سنن ابوداؤد، کتاب الحروف القراءات، باب حدثنا عبداللہ بن محمد، رقم:3979

Sunan Abī Dāūd, Ḥadīth No: 3979

26 ابن کثیر، ج3، ص121

Ibn Kathīr, Vol:3, P:121

27 تفسیر ابن ابی حاتم، ج4، ص1144

Tafsīr Ibn Abī Ḥātam, Vol:4, P:1144

28 سنن نسائی، کتاب القسامۃ، باب حدیث عمرو بن حزم فی العقول واختلاف الناقلین، رقم: 4853

Sunan Nisā,ī, Ḥadīth No: 4853

29 سنن ابوداؤد، کتاب الجہاد، باب فی السریۃ ترد علی اهل العسکر، رقم: 2753

Sunan Abī Dāūd, Ḥadīth No: 2753

30 ابن کثیر، ج3، ص121

Ibn Kathīr, Vol:3, P:121

31 صحیح بخاری، کتاب العلم، باب کتابۃ العلم، رقم: 111

Ṣaḥīḥ Bukhārī, Ḥadīth No: 111

32 ابن کثیر نفس مصدر

Ibn Kathīr, Vol:3, P:121

33 صحیح بخاری، کتاب الصلح، باب الصلح بالدیۃ، رقم: 2703

Ṣaḥīḥ Bukhārī, Ḥadīth No: 2703

34 سنن ابوداؤد، کتاب الدیات، باب فی جنایۃ العبد یکون للفقراء، رقم: 4592

Sunan Abī Dāūd, Ḥadīth No: 4592

35 تفسیر طبری، ج10، ص360

Tafsīr Ṭibarī, Vol:10, P:360

36 تفسیر طبری، ج10، ص360

Ibid

37 النور2

Al Nūr, Al Āyah: 2

38 المائدہ38

Al Mā,idah, Al Āyah: 38

39 محمد، 4

Muḥmmad, Al Āyah: 4